مناقب سے متعلق خطبات نبوی ﷺ اور ان سے اخذ ہونے والے فقہی مسائل

Sermons of the Prophet (Peace and Blessings of Allah be Upon Him) on Manāqib and Jurisprudential Issues Derived from Them

Hafiz Usama Munir[1]

Muhammad Tayyab[2]

Dr. Khalid Mahmood Arif[3]

Abstract:

Allah Almighty placed all the attributes and perfections in His Messenger Muhammad (peace be upon him). He was responding to the call of his Lord in every way. Along with all these attributes and perfections, the Prophet (peace be upon him) was also an excellent preacher.

He conveyed a large part of the commands of his Lord to the servants of his Lord only through his comprehensive sermons. Whenever a divine command came or any other important matter arose, the Prophet (peace be upon him) would address his companions and inform them of this important command and matter. This was an important responsibility of the Prophet as well as honesty and integrity. In the Holy Qur'an, he was also commanded to do the same.

And frighten those close to you. When this blessed verse was revealed, the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) invited the people of his immediate family and preached to them. The sermons of the Prophet (sws) were not like the sermons of ordinary preachers, but his sermons are comprehensive and complete as well as permanent. That is to say, in addition to sermons and exhortations, his sermons also contain jurisprudential issues and injunctions which contain guidance for human beings till the Day of Judgment. Guidance and its commands are also present in your sermons.

Some people have the impression that the sermons of the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) were not preserved or properly recorded. This impression of these gentlemen is by no means correct. Because the sermons of the Holy Prophet were not only preserved but also edited by the scholars. Therefore, his sermons are also mentioned in other books of hadith besides Siah-e- Sitta. And in addition to these books of hadith, only separate books of sermons were also written. In this article, we tried to derive as much jurisprudential orders as possible. These derivations provide perfect guidance on several problems of daily life in modern age.

بے شک اللہ تعالی نے بحثیت انسان اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کے اندر تمام اوصاف اور کمالات رکھے۔آپ ﷺ ہر لحاظ سے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہنے والے تھے۔ان تمام اوصاف اور کمالات کے ساتھ ساتھ رسول ﷺ ایک بہترین خطیب بھی تھے۔ہر وقت آپ ﷺ اللہ کے حکم اور ان

[1]. Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamic University of Bahawalpur

[2]. M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamic University of Bahawalpur

[3]. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad

کے مزاج کے مطابق ان کو واعظ و نصیحت فرماتے تھے۔ جو کہ اللہ کے ارشادات، حکمت و دانائی اور فقہی احکامات سے بھرپور ہوتے تھے۔ تمام دنیا کے خطباء کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنے رب کے احکامات کا ایک بڑا حصہ اپنے رب کے بندوں تک اپنے جامع خطبات کے زریعے ہی پہنچایا۔ جب بھی کوئی حکم خداوندی آتا یا پھر کوئی اور اہم معاملہ پیش آتا تو رسول ﷺ اپنے اصحابؓ سے خطاب فرماتے تھے اور انھیں اس اہم حکم اور معاملے سے آگاہ فرماتے تھے۔ یہ امانت و دیانت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اہم ذمداری بھی تھی۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو اسی کا حکم بھی دیا گیا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

يَاأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِين[4] .

"اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو۔ اور اگر ایسا نہیں کروگے تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تمہیں لوگوں (کی سازشوں) سے بچائے گا۔ یقین رکھو کہ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

لہذا رسول خدا ﷺ روز اول سے ہی رب کے احکامات رب کے بندوں تک پہنچانے کے لئے خطابت فرمانے لگے۔ اور اس کا عملی نمونہ آپ ﷺ نے اپنے نبوت کے اعلان کے ساتھ ہی کر دیا تھا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے نبوت کے اظہار کے لئے بھی ایک عالی شان خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کا قرآن مجید میں کچھ یوں ذکر ہے۔ "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"[5] اور اپنے قریبی خاندان والوں کو ڈراؤ۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول ﷺ نے اپنے قریبی خاندان کے لوگوں کو مدعو کیا اور ان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ رسول ﷺ کے خطبات عام خطباء کے خطبات کی طرح نہ تھے بلکہ آپ ﷺ کے خطبات جامع اور مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ دائمی بھی ہیں۔ یعنی کہ آپ ﷺ کے خطبات سے وعظ و نصیحت کے علاوہ ایسے فقہی مسائل اور احکامات بھی اخذ ہوتے ہیں جن میں قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے راہنمائی پوشیدہ ہے۔ لہذا وقت کے تغیر کے ساتھ ساتھ وجود میں آنے والے نئے فقہی مسائل کے متعلق بھی مکمل راہنمائی اور ان کے احکامات بھی آپ ﷺ کے خطبات میں موجود ہے۔

بعض لوگوں کا یہ تاثر ہے کہ رسول ﷺ کے خطبات محفوظ ہی نہیں کیے گئے اور نہ ہی مناسب طریقہ سے ان کو مدون کیا گیا۔ ان حضرات کا یہ تاثر کسی بھی طرح سے ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ رسول ﷺ کے خطبات کو اہل علم نے نا صرف محفوظ کیا بلکہ مدون بھی کیا۔ لہذا صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی آپ ﷺ کے خطبات مذکور ہیں۔ اور ان کتب احادیث کے علاوہ صرف خطبات کی الگ سے کتب بھی مدون ہوئی۔

زیر نظر مقالہ، موضوع کی اہمیت وافادیت سے آج کوئی انسان بھی انکار نہیں کر سکتا۔ بے شک موجودہ دور میں اس موضوع کی اہمیت احیاء دین کے لئے اتنی ہی ضروری ہے جتنی کے ایک انسان کو زندہ رہنے کے لئے ہوا اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

1۔ آج کے اس دور فسادی میں جہاں ہر طرف خود غرضی اور معصیت خداوندی کے سیلاب عام ہیں وہاں معاشرہ کی اصلاح اور بہتری کے لئے کوشش

4 Al-Maeeda:67.
5 Al-Shooaraa:214.

رسول ﷺ کے خطبات کی روشنی میں بہت کار گر ثابت ہو سکتی ہے۔

2۔انسان کو اعمال صالحہ پر ابھارنے کے لئے وعظ و نصیحت اور خطبات بے حد ضروری ہیں لہذا ایک خطیب لوگوں کو کس طرح اس کے لئے تیار کرے گا اس کا بھی بہترین نمونہ آپ ﷺ کے خطبات میں موجود ہے جن میں سے چند ایک کو بطور نمونہ پیش کیا جائے گا۔

3۔ایک بہترین خطیب کے لئے لوگوں کے مزاج کی شناسی بے حد ضروری ہے لہذا رسول ﷺ کیسے مختلف لوگوں کو ان کے مزاج کے موافق انھیں اللہ کے احکامات سناتے تھے اور انھی جنت اور اس کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ انذار من عذاب اللہ بھی فرماتے تھے۔

4۔رسول ﷺ کے خطبات فصاحت و بلاغت میں بے مثال ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف فقہی مسائل کا بھی احاطہ کرتے تھے جن کے اندر تجدد زمانہ کے ساتھ ساتھ وسعت کی بھی گنجائش موجود ہے۔لہذا زیر نظر مقالہ کے اندر ان مسائل کو بھی قدرے تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

6۔موجودہ دور کے خطباء کے لئے بھی بے حد ضروری ہے کہ وہ داد اور واہ واہ کروانے کے لئے جھوٹے اور من گھڑت قصے کہانیاں بیان نہ کریں بلکہ اسوہ رسول ﷺ کی مکمل پیروی کرتے ہوئے ایسے مستند اور مدلل خطبات پیش کرے جو کے موثر اور جامع ہونے کے ساتھ ساتھ فقہی مسائل پر بھی مشتمل ہو۔

کتاب اللہ اور آپ ﷺ کے خاندان سے متعلق مسائل واحکامات

"عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللَّهِ، وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي"[6]

"جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ کو میں نے حج کے موقعہ پر میدان عرفات میں دیکھا وہ اپنی اونٹنی قصواء پر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔پس میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا"اے لوگو! میں تم میں چھوڑ کر جارہا ہو جب تک تم ان کو پکڑے رکھو گئے ہر گز گمراہ نہیں ہوں گے۔اللہ کی کتاب اور میرے خاندان کی عزت"

یہ عظیم الشان خطبہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر ارشاد فرمایا جب آپ ﷺ اپنی قصواء نامی اونٹنی پر تشریف فرما تھے۔اس خطبے میں رسول ﷺ نے اپنی امت کی توجہ دو اہم امور کی طرف فرمائی۔اور ان کی اہمیت کے بارے میں یہاں تک فرمایا کے تم جب تک ان کو علم و یقین اور عمل کی نیت سے مضبوطی سے تھامے رکھو گئے تم ہر گز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ان میں سے ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور دوسری آپ ﷺ کا خاندان۔

علامہ تورپشتیؒ نے لکھا ہے کہ "قَالَ التُّورِبِشْتِيُّ: عِتْرَةُ الرَّجُلِ أَهْلُ بَيْتِهِ وَرَهْطُهُ الْأَدْنَوْنَ"[7] آدمی کے خاندان سے مراد اس کے گھر والے اور اس کے قریبی رشتہ دار مراد ہوتے ہیں۔لہذا یہاں اس سے مراد آپ ﷺ کی نسل، خاندان، قریبی رشتہ دار اور ازواج مطہرات مراد ہیں۔اہل بیت کو مضبوطی

---

6. Tirmidhi, Muhammad Bin Issa, Sunan Al-Tirmidhi, Mustafa Al-Babi Al-Halabi Library and Press Company, Egypt, Age of Uncertainty 1395 AH,p.662/5.

7 Al-Mulla Al-Harawi Al-Qari, Ali bin (Sultan) Muhammad, Marqat Al-Mafateh Sharh Mishkat Al-Masabeeh, Dar Al-Fikr, Beirut, Lebanon, age 1422 AH, p. 9/3974.

سے تھامے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے محبت کی جائے، ان کے حقوق کا خیال رکھا جائے، ان کی مرویات پر عمل کیا جائے اور ان کی بات کو بغیر کسی تردد کے من و عن تسلیم کرلیا جائے۔

مگر یہاں اس سے یہ تاثر لینا آیا کہ رسول ﷺ کی اتباع کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی اتباع اور پیروی کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ مختلف روایات میں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی خود بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے اور اللہ تعالی نے بھی قرآن مجید میں اس کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ " أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ "[8] میرے صحابہ کرام کی مثال ستاروں کی طرح ہے جس کسی کی بھی اتباع کروگئے ہدایت پاجاؤ گئے۔ اسی طرح اللہ تعالی کا بھی قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ "فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ"[9] اگر تمہیں کسی چیز کا علم نہ ہو تو اہل علم سے دریافت کرلیا کرو۔

ابن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے احکامات واوامر کو ماننا اور اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے باز آجانا ہے۔ اور آپ ﷺ کے خاندان کو لازم پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے خاندان والوں سے محبت، ان کے طریقوں کو لازم پکڑا جائے اور ان کی ہدایات سے ہدایت اور راہنمائی حاصل کی جائے۔ اور سید جمال الدینؒ نے ابن المبارکؒ کے اس قول میں یہ اضافہ فرمایا ہے کہ "زَادَ السَّيِّدُ جَمَالُ الدِّينِ: إِذَا لَمْ يَكُنْ مُخَالِفًا لِلدِّينِ"[10] جب اہل بیت کی یہ تمام باتیں دین کے مخالف نہ ہو تو۔ مگر حقیقت بات یہ ہے کہ جو اہل بیت رسول ﷺ میں سے ہوگا تو اس کی تمام زندگی اور ہدایات شریعت محمدی ﷺ اور طریقت کے عین مطابق ہوگئی۔

علامہ طیبیؒ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے یہ بات بھی سامنے آرہی ہے کہ کتاب اللہ اور اہل بیت ﷺ دونوں ہم پلہ اور ہم وزن ہیں۔ اس خطبے میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو نصیحت فرمائی ہے کہ وہ اہل بیت کے حقوق کو اپنے حقوق پر ترجیح دیں اور انھیں اپنی جانوں سے بھی عزیز جانیں۔ اور اگر ان سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے احسن طریقہ سے سرانجام دیں۔

اس خطبہ میں رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو اپنے اہل بیت کے بارے میں یوں نصیحت فرمارہے ہیں جیسے کہ ایک شفیق و کریم باپ اپنی اولاد کے بارے میں نصیحت کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے بھی اسی طرح اپنی اہل بیت کے باے میں بڑی تاکید سے امت کو خبردار فرمایا ہے اس کی وضاحت بہت ساری روایات میں ملتی ہے۔ " أُذَكِّرُكُمُ اللَّهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي "[11] میں اپنے گھر والوں کے بارے میں تمھیں اللہ سے ڈرا رہا ہوں۔ سب سے اعلی بات یہ ہے کے اہل بیت یقینا صاحب البیت (اللہ کے رسول ﷺ) کو اور ان کے احوال کو باخوبی جانتے ہو گے۔ لہذا اب اہل بیت

---

[8] Al-Qurtubi,Muhammad Ibn Ahmad, Statement, Study, Explanation, Evaluation and Explanation of Issues, Dar Al-Gharb Al-Islami, Beirut, Lebanon, p. 361/16, year .

[9] Al-Nahal:43.

[10] Al-Mulla Al-Harawi Al-Qari, Ali bin (Sultan) Muhammad, Marqat Al-Mafateh Sharh Mishkat Al-Masabeeh, Dar Al-Fikr, Beirut, Lebanon, age 1422 AH, p. 9/3974.

[11] Al-Qashiri, Muslim, Muslim Ibn Al-Hajjaj, Al-Sahih Muslim, Dar Al-Ahyaa Al-Tarath Al-Arabi - Beirut, p. 1873/4.

رسول ﷺ سے مراد اہل علم، آپ ﷺ کی سیرت کو جاننے والے، آپ ﷺ کے طریقے سے خوب واقف اور آپ ﷺ کے طریقوں اور احکامات پر سب سے بڑھ کر عمل کرنے والے ہوں گے۔ اسی وجہ سے ان کو کتاب اللہ کے مقابل، ہم پلہ اور برابر ٹھرایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"[12] رسول ﷺ انھیں کتاب (قرآن) اور حکمت (حدیث) کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس بات کی تائید ایک دوسری روایت سے یوں ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک فیصلے کا ذکر کیا گیا جو کہ آپ ﷺ کو بہت اچھا لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کی جس نے اہل بیت میں حکمت کو رکھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھی ہوئی ہے (یعنی کہ کتاب اللہ اور اہل بیت)۔ اس حدیث سے یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ لوگ اپنی خواہشات اور شہوات میں مستغرق اپنی طبیعتوں کے گہرے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں اور اللہ نے اپنے لطف اور مہربانی سے ان کو اٹھانا چاہا لہذا اللہ نے ان کی طرف کتاب اللہ اور اہل بیت کرام کی رسی کو لٹکایا تاکہ انھیں اس گہرے گڑھے سے نجات مل سکے پس جس نے اس رسی کو مضبوطی سے تھام لیا وہ نجات پا گیا اور جو اس میں پڑا رہا وہ ہلاک ہو گیا۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک دوسری سے بڑھی ہوئی ہے کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیت کرام کے لئے نمونہ قرآن مجید ہے اور ان پر اس کی اقتداء اور پیروی دوسرے لوگوں سے بڑھ کر لازم ہے اور وہ دوسرے لوگوں سے قرآن پر عمل کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ شاید کے اس حدیث مبارکہ میں اہل بیت کو قرآن مجید کے ساتھ جوڑنے کا مطلب یہ ہی ہو سکتا ہے کہ اہل بیت کے قول پر لبیک کہنا اللہ کے اس قول کا مظہر ہو سکتا ہے۔ "قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ"[13] اے نبی ﷺ کہہ دے کہ میں اس پر کوئی اجرت نہیں چاہتا سوائے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ محبت کے۔

بے شک اللہ نے اپنے انعام اور نعمت قرآن مجید کے شکر کی ادائیگی کو اہل بیت کی محبت کے ساتھ جوڑا ہے کہ اگر اہل بیت سے محبت کرو گئے تو اس عظیم الشان نعمت کا شکر ادا ہو گا ورنہ نہیں۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے دیگر روایات میں بھی اہل بیت کرام کے مناقب ایک ساتھ بھی اور الگ الگ بھی بیان فرمائیں ہیں جن میں سے چند ایک نمونہ کے طور پر مذکور ہیں۔

☆"أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ"[14]

جو ان کے ساتھ جنگ کرے گا تو میں اس کے لئے جنگجو ہوں اور جو ان کی سلامتی چاہے گا تو میں اس کے لئے ڈھال ہوں۔

☆"أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ فَقَالَ: مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَذَيْنِ، وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[15]

---

[12] Al-Baqarah: 129.
[13] Al-Shura: 23.
[14] Al-Tabrani, Sulayman ibn Ahmad, Al-Mujam al-Kabir, Maktab Ibn Taymiyyah, Cairo, p. 184/5, Sun.
[15] Ibn Hanbal, Ahmad Ibn Muhammad, Musnad Ahmad, Al-Risalah Foundation, published in 1421 AH, p. 18/2.

اللہ کے رسول ﷺ نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا" جس نے مجھ سے، ان دونوں سے، ان کے باپ سے اور ان کی ماں سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔

☆عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ: " أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، قَالَتْ: " عَائِشَةُ " قُلْتُ: " فَمِنَ الرِّجَالِ؟ "، قَالَتْ: " أَبُوهَا "[16]

عبداللہ بن شقیقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے پوچھا کہ "اللہ کے نبی ﷺ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ فرمایا "عائشہ" میں نے کہا کہ مردوں میں سے؟ تو فرمایا کہ عائشہ کے ابو رضی اللہ عنہ۔

اہل بیت اور ان پر صدقہ سے متعلق مسائل واحکامات

"خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ، فَقَالَ: أَلَا إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِي، وَلَا لِأَهْلِ بَيْتِي وَأَخَذَ وَبَرَةً مِنْ كَاهِلِ نَاقَتِهِ فَقَالَ: وَلَا مَا يُسَاوِي هَذِهِ، أَوْ مَا يَزِنُ هَذِهِ "[17]

ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر تشریف فرما تھے۔" خبردار! بے شک صدقہ میرے لئے حلال نہیں اور نا ہی میرے گھر والوں کے لئے" اور آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کے کاندھے سے ایک بال اٹھایا اور فرمایا کہ "اور نہ اس کے باقدر یا فرمایا کہ اس کے وزن کے باقدر۔"

یہ رسول اللہ ﷺ کا ایک مشہور خطبہ ہے جو کہ تمام کتب احادیث میں مذکور ہے اور یہ خطبہ حد تواتر تک پہنچا ہوا ہے اسی لئے اس کی اہمیت اور افادیت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس اہم خطبہ سے بہت سارے فقہی احکامات اور مسائل اخذ ہوتے ہیں۔ تمام ائمہ کرام نے ان مسائل کی شرح اور تفصیل میں قلم کشائی فرمائی ہے جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔ بنیادی طور پر اس اہم خطبہ سے دو اہم مباحث اخذ کی جاسکتی ہیں۔

1۔ اہل بیت کون ہیں؟ 2۔ اہل بیت پر صدقہ کیوں حرام ہے؟

اہل بیت کرام سے مراد وہ خاص لوگوں کی جماعت ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار اور قرابت دار ہیں۔ مؤمنین کا یہ ایمان ہے کہ ان کا اللہ کے ہاں ایک خاص مقام اور منصب ہے۔ اور قرآن پاک میں بھی اللہ نے ان کا ذکر کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی مختلف احادیث مبارکہ میں ان کے خصائص اور مناقب بیان فرمائے ہیں تاکہ امت کو ان کے مقام و منصب سے آگاہ کیا جا سکے۔ اہل بیت کے افراد کے بارے میں مختلف اقوال اور آراء کا وجود ملتا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ وہ لوگ جن پر صدقہ حرام ہے۔ 2۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور آل اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

3۔ خاص طور پر آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن۔ 4۔ خاص طور پر وہ لوگ جن پر اللہ کے نبی ﷺ نے چادر ڈالی۔ (اصحاب الکساء)

[16] Ibn Hanbal, Ahmad ibn Muhammad, Musnad Ahmad, Al-Risalah Foundation, published in 1421 AH, p.18/43.
[17] Ibn Hanbal, Ahmad ibn Muhammad, Musnad Ahmad, Al-Risalah Foundation, published in 1421 AH, p. 210/29.

5۔وہ جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رحم میں اکٹھے ہوئے۔ 6۔صرف رسول اللہ ﷺ۔

7۔قیامت تک آنے والی آپ ﷺ کی امت اور متبعین۔ 8۔آپ ﷺ کی امت کے متقی لوگ۔

ان اقوال کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

1۔"وہ لوگ جن پر صدقہ حرام ہے"اس کے بارے میں علماء کرام کی دو آراء ہیں کہ ان سے مراد بنو ہاشم ہیں یا کہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب دونوں ہیں۔ مگر راجح قول کے مطابق اس سے مراد یہ دونوں ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور ربیعہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے سوال کیا آپ ﷺ جیسے لوگوں کو صدقات اکٹھا کرنے پر عامل بناتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ ہمیں بھی عامل بنادیں۔تو آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا کہ "بے شک صدقہ محمد ﷺ اور آل محمد کے لئے حلال نہیں بے شک یہ لوگوں کی میل ہے۔"لہذا رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں بنو عباس کو آل رسول کہہ کر ان کو اہل بیت میں شمار کیا ہے اور ان پر بھی صدقہ حرام قرار دیا ہے۔"أَنَّ الْفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ وَالْمُطَّلِبَ بْنَ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ سَأَلَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤَمِّرَهُمَا عَلَى الصَّدَقَاتِ بِالْعُمَالَةِ كَمَا يُؤَمِّرُ النَّاسَ، فَقَالَ لَهُمَا: " إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِآلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ"[18] امام الشافعیؒ کے ہاں بھی بنو عباس اور بنو عبد المطلب ایک ہی ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "إِنَّ بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ لَمْ يَفْتَرِقُوا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا فِي إِسْلَامٍ"[19] بے شک بنو عباس اور بنو مطلب نہ تو زمانہ جاہلیت میں الگ ہوئے اور نہ ہی اسلام میں۔ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ بے شک بنو عباس اور بنو مطلب ایک شے ہیں۔اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کا خمس اور مال فئے کو بھی ان دونوں کا حق قرار دیا اور انھیں صدقہ کے بدلے میں یہ اموال عطاء فرمائے۔ان کے علاوہ وہ تمام لوگ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کے خمس اور مال فئے میں سے حصہ دیا وہ تمام اہل بیت رسول ﷺ میں سے ہیں۔ازواج النبی ﷺ سورہ احزاب کی ان آیات کی روشنی میں اہل بیت میں شمار ہونگی۔"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا"[20] اور اپنے گھروں میں ٹھری رہو اور پہلے زمانہ جاہلیت کی طرح نہ نکلو۔نماز قائم کرو اور زکاۃ ادا کرو اور اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔اے اہل بیت! بے شک اللہ تو چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کرے اور تمہیں مکمل پاک کردے۔

"قال عكرمة ومقاتل أراد باهل البيت نساء النبي ﷺ ورضى عنهن لانهنّ فى بيته وهورواية سعيد بن جبير عن ابن عباس وتلا قوله تعالىوَاذْكُرْنَ ما يُتْلى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آياتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ"[21] عکرمہؒ اور مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن ہیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کے گھر میں تھی اور یہ روایت سعید بن جبیرؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی اور یہ آیت تلاوت

[18] Al-Shafi'i, Muhammad Ibn Idris Musnad Al-Imam Al-Shafi'i, Dar Al-Kitab Al-Alamiya, Beirut, Lebanon, p. 373/1, year.
[19] Ibn al-Arabi, Muhammad ibn Abdullah, Ahkam al-Quran, Dar al-Kitab al-Alamiya, Beirut, Lebanon, 1424 AH, p. 539/2.
[20] Al-Ahizab:3.
[21] Al-Mazhari, Muhammad Sanaullah, Tafsir Al-Mazhari, Maktab al-Rashidiyya, Pakistan, year of publication 1412, p. 339/7.

فرمائی۔ جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں تلاوت کی جاتی ہیں تم ان کا ذکر کرتی رہو۔ تمام مفسرین نے ان آیات کی روشنی میں ازواج النبی ﷺ کو اہل بیت میں شمار کیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر احادیث مبارکہ میں بھی ازواج النبی ﷺ سے ثابت ہے کہ وہ صدقے کا مال استعمال نہ فرماتی تھی۔ ان کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حسن، حسین اور فاطمہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کو بھی اہل بیت میں قرار دیا۔ "وروى مسلم من حديث سَعد بن أبي وقَّاص رضي الله عنه قال: لَمَّا نزلت هذه الآيةُ {فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ} دعا رسولُ الله ﷺ عليًّا وفاطمةَ وحَسناً وحُسيناً، فقال: اللَّهمَّ هؤلاء أهل بيتِي"[22]

مسلمؒ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ جب یہ آیت (آؤ! تم اپنے بیٹو کو بلاؤ ہم اپنے بیٹو کو بلاتے ہیں) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضوان اللہ علیھم کو بلایا اور فرمایا کہ "اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔"

اسی طرح ایک بار اللہ کے نبی ﷺ گھر میں تشریف لائے اور حضرت حسن، حسین، علی اور فاطمہ رضوان اللہ علیھم کو ایک چادر سے ڈھانپا اور پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے گھر والے اور میرے خاص ہیں ان سے ناپاکی دور فرمادے اور انھیں پاک فرمادے۔ اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

"أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَّلَ عَلَى الحَسَنِ وَالحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ كِسَاءً، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي، أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا"[23] لہذا اہل سنت کے ہاں رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت مندرجہ ذیل ہوئے۔

☆نبی ﷺ کی بیٹیاں اور بیٹے رضوان اللہ علیھم

☆نبی ﷺ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن

☆اہل بیت میں سے تمام بنی ہاشم اور ان کی نسل میں سے آنے والے لوگ جو کہ آج کے دور میں مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔آل عباس بن عبد المطلب رضوان اللہ علیھم

2۔آل عقیل بن ابی طالب رضوان اللہ علیھم

3۔آل علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیھم

4۔آل جعفر بن ابی طالب رضوان اللہ علیھم

5۔آل حارث بن عبد المطلب رضوان اللہ علیھم

6۔آل ابی لہب بن عبد المطلب رضوان اللہ علیھم

ان سب سے محبت کرنا اور ان کے حقوق کا خیال کرنا اور نماز میں ان پر درود پڑھنا ضروری اور ایمان کی علامت ہے۔

متعدد صحابہ کرام کے مناقب اور ان سے متعلق مسائل واحکامات

---

[22] Al-Badr, Abd al-Muhsin bin Hamad, Fazal Ahl al-Bayt and Aalu Makantham at Ahl al-Sunnah wal-Jama'ah, Dar Ibn Al-Athir, Riyadh, Saudi Arabia, published in 1422 AH.

[23] Al-Tirmidhi, Muhammad ibn Isa, Sunan al-Tirmidhi, Library and Printing Company Mustafa al-Babi al-Halabi, Egypt, published in 1395 AH, p. 182/6.

"لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ مِنْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَسُؤْنِي قَطُّ فَاعْرِفُوا ذَلِكَ لَهُ. يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَاضٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ رَاضٍ فَاعْرِفُوا ذَلِكَ لَهُمْ أَيُّهَا النَّاسُ احْفَظُونِي فِي أَصْحَابِي وَأَصْهَارِي وَأَخْتَانِي لَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ بِمَظْلِمَةِ أَحَدٍ مِنْهُمْ. يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْفَعُوا الْمُسْتَنْكِرَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ وَإِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِنْهُمْ فَقُولُوا فِيهِ خَيْرًا "[24]

جب اللہ کے نبی ﷺ حجۃ الودع سے مدینہ واپس آئے تو منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا۔"اے لوگوں! بے شک ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے کبھی بھی تکلیف نہیں پہنچائی۔ان کی اس خوبی کو پہچانو۔اے لوگوں! میں ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبد الرحمان بن عوف اور پہلے پہل مہاجرین رضی اللہ عنہم سے راضی ہوں۔ان کے اس مقام کو پہچانو۔اے لوگوں! میرے صحابہ، میرے ازواجی رشتہ دار (داماد) اور میرے سسرالی رشتہ داروں میں میرا لحاظ رکھنا۔اللہ تم سے ان کے بارے میں کسی ظلم کا سوال نہ کرے۔اے لوگوں! مسلمانوں سے ناپسندیدہ چیزوں کو دور کرو جب ان میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اس کا خیر کے ساتھ ذکر کرو۔"

اس عالی شان خطبہ میں اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی امت کو اپنے ساتھیوں کے مقام اور ان کی قدر و منزلت کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ ان کا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ہاں بہت عالی مقام ہے۔اصل میں جب اللہ کے نبی ﷺ حجۃ الوداع کے بعد مکہ واپس آئے تو آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد تقریبا پورا ہو چکا تھا اور آپ ﷺ نے اللہ کا دین اللہ کے بندوں تک کما حقہ پہنچا دیا تھا۔لہذا اب اللہ سے ملاقات کا وقت قریب تھا تو اس موقع پر آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والے امتیوں کو اپنے ساتھیوں کے مقام و منصب کے بارے میں آگاہ فرمایا تاکہ امت ان کی شان میں کوئی کمی نہ کریں۔پہلے تو آپ ﷺ نے چند بڑے صحابہ کے نام لے کر اور پھر عمومی طور پر تمام مہاجرین کا مقام بتایا۔پھر آخر میں تمام صحابہ کا ذکر فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں میری رعایت کرنا کہ اگر تمہارا ان کے ساتھ کس معاملے میں واسطہ پڑے تو ان سے میرے تعلق کی وجہ سے لحاظ کرنا۔

صحابی ہر اس شخص کو کہتے ہیں جس نے حالت ایمانی میں اللہ کے نبی ﷺ کو دیکھا ہو یا آپ ﷺ کی صحبت میں رہا ہو۔خواہ یہ صحبت ایک لمحہ کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔آج اسلام اگر اپنی اصلی شکل و صورت میں باقی ہے تو اس کی سب سے بڑی وجہ صحابہ کرام کی محنت اور قربانیاں ہیں۔اس خطبہ میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان کی اتباع و پیروی کی جائے، دین کے معاملے میں ان کی رائے سے اختلاف نہ کیا جائے، اور اپنے دل و دماغ کو ان کی نفرت اور بغض سے پاک رکھا جائے۔ان کی شان میں کمی کرنے والی گفتگو سے اجتناب کیا جائے اور اپنی زبان سے ایسے کوئی کلمات نہ نکالے جائے جن سے ایمان خطرے میں پڑ جائے۔اللہ کے نبی ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ جب تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے پیش ہو تم میرے صحابہ کے بارے میں تمہارا دامن صاف ہو تمہارے نامہ اعمال میں ان پر ظلم اور ناانصافی یا ان سے نفرت اور بغض کی کوئی بدی نہ ہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گئے۔

امت کے جمہور علماء کرامؒ کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی صحابی کے بارے میں ایسی گفتگو کرنا جس سے اس کی عزت مجروح ہو یا اس کی شان میں گستاخی کرنا یا اس کے ایمان کے بارے میں شک کرنا اپنے ایمان کے لئے خطرہ ہے۔حضرت ابو بکر، عمر اور عائشہ رضی اللہ عنھم کے بارے میں غلط بیانی کرنا یا ان کو

[24] Al-Tabrani, Sulayman ibn Ahmad, Al-Mujam al-Kabeer, Maktab Ibn Taymiyyah, Cairo, p. 104/6.

گالی دینا کے بارے میں علماء نے کفر اور اس شخص کے قتل کا حکم دیا ہے۔ قرآن میں اللہ نے سورہ آل عمران، نساء، مائدہ، اعراف، انفال، توبہ، حج، مجادلہ، حشر، صف اور سورہ بینہ میں ان کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو اللہ کے نبی ﷺ کے اصحاب کی شان میں گستاخی کرے گا اللہ اس کے نا فرائض قبول فرمائے گا اور نہ ہی نوافل یہاں تک کہ وہ پکی سچی توبہ کر لے۔

مقام صحابہ اور ان سے متعلق مسائل واحکامات

"أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَامَ بِالْجَابِيَةِ خَطِيبًا فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِينَا كَقِيَامِي فِيكُمْ فَقَالَ: أَكْرِمُوا أَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكَذِبُ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ أَلَا فَمَنْ سَرَّهُ أَنْ يَسْكُنَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ وَهُوَ مِنَ الِاثْنَيْنِ أَبْعَدُ وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ ثَالِثُهُمَا وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ"[25]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جابیہ مقام پر خطیب بن کر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ کے رسول ﷺ ہم میں ایسے کھڑے ہوئے جیسے میں تم میں کھڑا ہوں اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "میرے اصحاب کی تعظیم کرو، پھر ان کے بعد آنے والوں کی، پھر ان کے بعد آنے والوں کی۔ پھر جھوٹ ظاہر ہو گا یہاں تک کے آدمی خود قسم اٹھائے گا اس سے قسم اٹھانے کا کہا نہیں جائے گا اور وہ گواہی خود دے گا اس سے گواہی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا خبر دار جسے یہ بات پسند ہے کہ وہ جنت کے درمیان میں رہے پس وہ جماعت کو لازم پکڑے۔ بے شک اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور وہ دو سے دور بھاگتا ہے۔ اور کوئی آدمی عورت کے ساتھ الگ نہیں ہوتا مگر ان کے درمیان تیسرا شیطان آجاتا ہے۔ پس جسے اس کی نیکی خوش کرے اور اس کی برائی پریشان کرے تو وہ مومن ہے۔

اس حدیث مبارکہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ مقام پر صحابہ اور تابعین کے ایک مجمع پر سنایا اور اس میں اللہ کے نبی ﷺ کا خطبہ پیش کیا اس میں اللہ کے نبی ﷺ نے بہت سارے اہم امور کا ذکر فرمایا اور امت کی ان کی طرف راہنمائی بھی فرمائی۔ اس خطبہ سے مندرجہ زیل فقہی مسائل بھی اخذ ہوتے ہیں۔

☆ صحابہ اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کا مقام۔ ☆ ایسے شخص کا بیان جس سے قسم اور گواہی طلب نہیں کی جائے گی اور وہ پیش کریگا۔

☆ جماعت کو لازم پکڑنے کا بیان اور اکیلے بندے کی ہلاکت کا بیان۔ ☆ مومن کی نشانی۔

سب سے پہلے اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے ان کے متبعین کا مقام و منصب بتایا ہے کہ ان کی محبت اور اتباع کے بغیر ایمان نامکمل اور ناقص ہے۔ لہذا ان کی عزت واحترام کرنا اور ان کی بات کو دین کے معاملے میں ترجیح دینا اور آپ ﷺ سے ان کی قرابت اور صحبت کی وجہ سے ان سے خیر خواہی اور ان کی لغزشوں سے صرف نظر کرنا عین ایمان ہے۔ دوسرے نمبر پر آپ ﷺ نے ایسے شخص کے بارے میں

[25] Al-Shafi'i, Muhammad Ibn Idris, Al-Musnad Al-Shafi'i, Dar Al-Kitab Al-Alamiya, Beirut, Lebanon, p. 244/1-

بتایا ہے کہ اس کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔کہ اس شخص سے قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کرتا مگر یہ خود باخود اپنی بات میں وزن ڈالنے کیے لئے جھوٹی قسم اٹھاتا ہے اور عین اسی طرح اس سے گواہی کا بھی مطالبہ نہیں کیا جاتا یہ خود باخود گواہ بن کر پیش ہو جاتا ہے۔لہذا ان دونوں خصلتوں کی وجہ سے اس کے جھوٹے ہونے میں کوئی شک نہیں۔ جامع الصغیر کی شرح میں اس کی وضاحت یوں کی گی ہے۔"لَا يطْلب مِنْهُ الْحلف لجراءته على الله "[26]اللہ پر اس کی جرات اور دلیری کی وجہ سے اس سے قسم طلب ہی نہیں کی جائے گی۔اس شخص کا اللہ پر کوئی یقین نہیں ہے اور اتنی بہادری کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ پر بھی جھوٹ بولتا ہے۔اس گواہی کے بارے میں تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ "قلنا المراد بهذه الشهادة المذمومة الشهادة على الكذب بقرينة قوله ثم يفشوا الكذب"[27]ہم کہتے ہیں کہ اس مذموم گواہی سے مراد جھوٹ پر گواہی دینا ہے۔اللہ کے نبی ﷺ کے قول سے "جھوٹ کا پھیل جانا"قرینہ اس پر دلالت کر رہا ہے۔اگلی بات اللہ کے نبی ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں امت کے اتحاد و یکجہتی کے بارے میں فرمائی اور امت کو حکم فرمایا کہ وہ جماعت کے ساتھ رہیں اب اس بات کا تعین کیسے ہوگا کے کون سی جماعت کو لازم پکڑنا ہے اور کس کے ساتھ رہنا ہے جبکہ آج مسلمانوں کے بلاد مختلف ہیں اور ان کی جماعتیں بے شمار ہیں۔اور ان میں سے ہر ایک جماعت حق پر ہونے کا دعوی بھی کرتی ہے اس میں علماء امتؒ کی مختلف آراء ہیں مگر جمہور علماء امتؒ کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد وہ جماعت ہو گی جو کے اللہ،اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو گی باقی سب گمراہ اور راہ راست سے ہٹی ہوئی ہو گی۔اس معاملے میں چند اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

سعید بن ناصر الغامدیؒ اپنی کتاب میں یوں لکھتے ہیں کہ "وأتباع السلف هم الذين أخذوا الإسلام محضاً، ولم يشوبوه بشيء من البدع كما كان السلف عليهم رضوان الله، وهم الذين سلكوا في علمهم وعملهم واعتقادهم وسائر أحوالهم مسلك أولئك الأخيارالأبرار"[28]سلف کی اتباع اور پیروی کرنے والے وہ لوگ ہیں جنھوں نے صرف اسلام کو لیا اور اس کے ساتھ بدعات میں سے کسی چیز کو نہیں ملایا جیسا کے سلف تھے۔انھوں نے اپنے علم، عمل،عقائد اور تمام احوال میں ان کے مسلک کو اپنایا اور اس پر چلے۔

آگے مزید ابن الحزمؒ کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ "قال ابن حزم: (وأهل السنة الذين نذكرهم هم أهل الحق ومن عداهم فأهلالبدعة، فإنهم الصحابة ﷺ، وكل من سلك نهجهم من خيار التابعين رحمة الله عليهم، ثم أصحاب الحديث ومن اتبعهم من الفقهاء جيلاً فجيلاً إلى يومنا هذا، ومن اقتدى بهم من العوام في شرق الأرض وغربها ...) "[29]ابن الحزمؒ فرماتے ہیں کہ "ہم صرف اہل سنت کو اہل حق میں شمار کرتے ہیں ان کے علاوہ سب اہل بدعت ہیں۔اہل سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور ہر وہ بہترین محدثؒ جو ان کے منہج پر چلا پھر ان کے بعد اصحاب الحدیثؒ اور وہ فقہاؒ جنھوں نے ان کی اتباع کی نسل در نسل آج کے دن تک اور زمین کے مشرق و مغرب سے وہ عوام جنھوں نے ان کی اتباع کی۔"اس تمام

[26] Zayn al-Din, Abd al-Rauf ibn Taj al-Arifin, Al-Tayseer by Sharh al-Jami 'al-Saghir, Imam al-Shafi'i Library, Riyadh, Saudi Arabia, p. 388/1-
[27] Al-Mazhari, Muhammad Sanaullah, Tafsir Al-Mazhari, Maktab al-Rashidiyyah, Pakistan, p. 436/1-
[28] Al-Ghamdi, Saeed Ibn Nasser, The Truth of Innovation and Rulings, Al-Rashid Library, Riyadh, p. 227/1-
[29] As same as above.

بحث کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اہل حق کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ زمین کے کسی ایک علاقے میں ہو اور ایک ہی وصف کے مالک ہو یہ مختلف جہات میں مختلف خیر کے کاموں میں مشغول ہو سکتے ہیں مثلاً یہ حضرات مندرجہ ذیل اوصاف کے مالک ہو سکتے ہیں۔

1۔ان سے مراد ہر علاقے کے اہل علم ہو سکتے ہیں۔2۔قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والے۔3۔نیکی کے کاموں کا حکم دینے والے اور برائی کے کاموں سے منع کرنے والے۔4۔بہادر اللہ کے راستے میں اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے قتال کرنے والے۔5۔دیگر وہ تمام لوگ جو دین کے کسی بھی شعبہ میں امت کی بھلائی اور بہتری کے لئے خدمات سر انجام دیں رہیں ہو۔

اور یہ جماعت اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث کی رو سے قیامت تک ہر دور میں موجود رہے گی۔آپ ﷺ کے اس قول کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الحَقِّ ظَاهِرِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ يَخْذُلُهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ "[30]مسلسل میری امت میں سے ایک جماعت حق پر قائم رہے گی جو گمراہ ہو گا وہ انھیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔آخر میں اللہ کے نبی ﷺ نے مؤمن کی علامات میں سے اس کی ایک نشانی یہ بھی بتائی کہ اگر وہ نیکی کا کوئی کام کرتا ہے تو اس کو اسکا یہ نیکی کا کام اچھا لگتا ہے اور اسے یہ کام کرنے پر بے حد خوشی اور مسرت ہوتی ہے اور اگر خدانخواستہ اس سے کوئی برائی کا کام ہو جائے تو اسے اس کام پر انتہائی غم اور دکھ ہوتا ہے۔

ابن تیمیہؒ نے اس کی بہت بہترین تشریح فرمائی ہے کہ اللہ نے گناہوں اور نافرمانیوں کی تین اقسام بتائی ہیں۔ان میں سے پہلی کفر ہے دوسری کفر تو نہیں ہے مگر اس میں فسق و فجور شامل ہے اور تیسرے نمبر پر اللہ کی نافرمانی اور برائی کے کام ہیں جن کا فسق و فجور سے کم درجہ ہے۔اب اللہ نے انسان کے لئے ایمان اور خیر کے کاموں کو پسندیدہ اور محبوب بنا دیا ہے اور کفر اور برائی کے کاموں کو ناپسندیدہ اور کراہت والہ بنا دیا ہے جس کا اللہ نے قرآن میں یوں تذکرہ فرمایا ہے "حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ"[31]اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب بنایا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین فرمایا اور کفر، فسق و فجور اور گناہ کے کاموں کو تمہارے لئے ناپسندیدہ بنایا۔

لہذا جب مؤمن کوئی نیکی یا خیر کا کام کرتا ہے تو اسے خوشی اور مسرت ہوتی ہے اور برائی کے کام کے بعد اسے افسوس اور شرمندگی ہوتی ہے۔اسی کو امام ابن تیمیہؒ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ "فهذا يحب الحسنة ويفرح بها، ويبغض السيئة ويسوؤه فعلها وإن فعلها بشهوة غالبة، وهذا الحب والبغض من خصائص الإيمان "[32]مومن نیکی کو پسند کرتا ہے اور اسے کرنے سے خوش ہوتا ہے اور برائی سے نفرت کرتا ہے اور اسے کرنے کو ناپسند کرتا ہے اگرچہ وہ شہوت غالب کی وجہ سے اس کا ارتکاب کرلیتا ہے۔اس کی یہ محبت اور نفرت ایمان کی خصوصیات میں سے ہے۔

مقام ابو بکر اور اس سے متعلق مسائل واحکامات

[30] Al-Tirmidhi, Muhammad Ibn Isa, Sunan Al-Tirmidhi, Maktabah & Printing Company Mustafa Al-Babi Al-Halabi, Egypt, p. 504/4.
[31] Al-Hujurat :7.
[32] Ibn Taymiyyah, Ahmad Ibn Abdul Halim, Al-Iman, Islamic Library, Amman, Jordan, p. 242/1-

"خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَعِدَ الْمِنْبَرَ وَذَكَرَ قَتْلَى أُحُدٍ فَصَلَّى عَلَيْهِمْ وَأَكْثَرَ الصَّلَاةَ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ عَبْدًا مِنْ عَبَّادِ اللهِ خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللهِ فَلَمْ يَلْقَهَا إِلَّا أَبُو بَكْرٍ قَالَ: نَحْنُ نَفْدِيكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا فَقَالَ: «عَلَى رِسْلِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ عِنْدِي فِي الصُّحْبَةِ وَذَاتِ يَدِهِ ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ"[33]

اللہ کے رسول ﷺ نکلے یہاں تک کہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ نے غزوہ احد کے شہیدوں کا ذکر فرمایا اور ان کے لئے بہت زیادہ دعا فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ "اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو دنیا اور جو اللہ کے ہاں ہے اس میں اختیار دیا گیا۔ پس بندے نے جو اللہ کے ہاں ہے اس کو اختیار کیا۔ پس اس بات کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ سمجھا آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اپنے والدین کے ساتھ آپ ﷺ پر قربان ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ۔اے ابو بکر ٹھہرو، بے شک میرے پاس صحبت میں سب سے افضل ابن ابی قحافہ کا یہ ہاتھ ہے۔"

یہ خطبہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ارشاد فرمایا جب کہ آپ ﷺ اللہ کے دین کے احکامات مکمل طور پر اللہ کے بندوں تک پہنچا چکے تھے اور اللہ تعالی نے اس اتمام کا اظہار قرآن مجید میں سورہ نصر نازل کر کے فرمایا۔ اب اس خطبہ سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ ہو سکتے ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس خطبہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کیسے پتا چلا کہ اللہ کے نبی ﷺ کے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے اور اللہ کے نبی ﷺ نے عبد سے خود کو مراد لیا ہے۔

اس کا سب سے بہترین جواب امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں دیا ہے کہ "أَنَّ الرَّسُولَ خَطَبَ عَقِيبَ السُّورَةِ وَذَكَرَ التَّخْيِيرَ وَثَانِيهَا: أَنَّهُ لَمَّا ذَكَرَ حُصُولَ النَّصْرِ وَالْفَتْحِ وَدُخُولَ النَّاسِ فِي الدِّينِ أَفْوَاجًا دَلَّ ذَلِكَ عَلَى حُصُولِ الْكَمَالِ وَالتَّمَامِ، وَذَلِكَ يَعْقُبُهُ الزَّوَالُ كَمَا قِيلَ:إِذَا تَمَّ شَيْءٌ دَنَا نَقْصُهُ... تَوَقَّعْ زَوَالًا إِذَا قِيلَ تَمّ "[34] اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس سورہ کے نازل ہونے کے بعد یہ خطبہ ارشاد فرمایا اور اس اختیار کا ذکر فرمایا۔ دوسرا یہ کہ جب آپ ﷺ نے نصرت و فتح کے حصول اور لوگوں کے جوق در جوق دین میں داخل ہونے کا تذکرہ فرمایا تو یہ اس کے کمال اور اتمام کے حاصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور کمال و اتمام کے بعد زوال ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ : جب کوئی چیز مکمل ہو جائے اور اس کا نقصان قریب آ جاتا ہے جب کہا جائے کہ مکمل ہو گئی تو اس کے زوال کی امید کی جاتی ہے۔ لہذا اس خطبہ سے پہلے اللہ کے نبی ﷺ کے ہاتھوں اللہ نے دار الکفر یعنی کے مکہ کو فتح کر دیا تھا اور تمام اہل مکہ آپ ﷺ کے سامنے عاجز و بے کس تھے تو آپ نے انھیں اللہ کی رضا کے واسطے معاف فرما دیا تو یہ لوگ آپ ﷺ کے حسن معاملہ کو دیکھ کر جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی ایک بڑی جماعت تیار ہو چکی تھی جو آپ کے بعد آپ کی تعلیمات کو دنیا کے شرق و غرب تک پہنچا سکتے تھے۔ لہذا آپ ﷺ نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے رب سے ملاقات کو دنیاوی زندگی پر ترجیح دی۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ سے خاص قرب اور تعلق کی وجہ سے اس بات کو سمجھ گئے جیسا کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی سمجھا جس کا تذکرہ یوں ملتا ہے کہ "وقال مقاتل: لما نزلت قرأها النبيّ ﷺ على أصحابه وفيهم أبو بكر وعمر

---

[33] Al-Tabrani, Sulayman ibn Ahmad, Al-Mujam al-Kabir, Maktab Ibn Taymiyyah, Cairo, p. 342/19.
[34] Larazi, Muhammad ibn Umar, Tafsir al-Kabeer, Dar al-Ahyaa al-Tarath al-Arabi, Beirut, p. 346/32-

وسعد بن أبي وقاص والعباس ففرحوا واستبشروا وبكى العباس فقال له النبيّ ﷺ ما يبكيك يا عمّ؟ قال: نعيت إليك نفسك. قال: إنه كما قلت فعاش بعدها ستون يوماً ما رؤى ضاحكاً مستبشراً "[35] مقاتلؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو اللہ کے نبی ﷺ نے اسے اپنے صحابہ پر پڑھا ان میں ابو بکر، عمر، سعد بن ابی وقاص اور عباس رضی اللہ عنہم تھے یہ سب خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے انھیں ارشاد فرمایا کہ "اے چچا آپ کو کس چیز نے رولا دیا؟"انھوں نے کہا کہ آپ کو آپ کی موت کی خبر دی گئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایسے ہی ہے جیسے آپ کہہ رہے ہو۔ آپ ﷺ اس کے بعد ساٹھ دن تک زندہ رہے اور آپ ﷺ کو مسکرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔اس کے بعد اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان فرمائے اور امت کو ان کے منصب و مقام سے آگاہ فرمایا اور ان کے احسانات کا تذکرہ فرمایا اور ان کا اپنے بعد خلیفہ ہونے کا اظہار یوں فرمایا کہ "مسجد میں موجود تمام صحابہ کے گھروں کی کھڑکیاں بند کر دی جائے سوائے ابو بکر کے گھر کے علاوہ بے شک میں ابو بکر کے گھر کی کھڑکی کے اوپر نور دیکھ رہا ہوں۔

آپ ﷺ کا وصال سے قبل خطاب

" عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ: صُبُّوا عَلَيَّ سَبْعَ قِرَبٍ مِنْ سَبْعِ آبَارٍ شَتَّى حَتَّى أَخْرُجَ إِلَى النَّاسِ فَأَعْهَدَ إِلَيْهِمْ قَالَ: فَأَقْعَدْنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ فَصَبَبْنَا عَلَيْهِ الْمَاءَ صَبًّا فَوَجَدَ رَاحَةً فَخَرَجَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَفَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَاسْتَغْفَرَ لِلشُّهَدَاءِ مِنْ أَصْحَابِ أُحُدٍ وَدَعَا لَهُمْ ثُمَّ قَالَ:أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْأَنْصَارَ عَيْبَتِي الَّتِي أَوَيْتُ إِلَيْهَا فَأَكْرِمُوا كَرِيمَهُمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ إِلَّا فِي حَدٍّ. أَلَا إِنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللَّهِ قَدْ خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَ اللَّهِ. فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَظَنَّ أَنَّهُ يَعْنِي نَفْسَهُ"[36]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی بیماری میں ارشاد فرمایا کہ مجھ پر سات مختلف کنوؤں سے سات مشکیزے پانی کے ڈالو تاکہ میں لوگوں کی طرف نکلوں اور ان سے عہد لو۔ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کو حفصہ کے کپڑے دھونے والے برتن پر بٹھایا اور آپ ﷺ پر پانی ڈالا۔ پس آپ ﷺ نے آرام محسوس کیا اور آپ ﷺ نکلے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثناء کی اور غزوہ احد کے شہداء کے لئے دعا واستغفار کے بعد فرمایا بے شک انصار میرے رازدان ہیں جن کی طرف میں نے پناہ لی پس ان کے معزز بندے کا اکرام کرو اور ان کے خطاکار سے حدود کے علاوہ در گزر کرو۔ خبر دار اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کو دنیا اور جو اللہ کے ہاں ہے اس میں اختیار دیا گیا پس بندے نے جو اللہ کے ہاں ہے اس کو اختیار کیا۔"پس ابو بکر رونے لگے اور سمجھے کہ اللہ کے نبی ﷺ اپنی بات فرمارہے ہیں۔ یہ عظیم الشان خطبہ بھی اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے بیماری کے ایام میں دیا اس خطبہ سے پہلے اللہ کے نبی ﷺ پر غشی طاری ہوئی اور آپ بے ہوش ہوگئے پھر ہوش میں آنے پر آپ ﷺ نے سات کنواؤں کے پانی سے غسل فرمایا اور مسجد تشریف لے گئے اور لوگوں کو نماز پڑھانے کے بعد منبر پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبہ میں بھی اللہ کے

---

35 Shams-ud-Din, Muhammad ibn Ahmad, Siraj-ul-Munir in a grant to know some meanings of the words of our Lord, the Wise, the Knowledgeable.

36 Ladarmi, Abdullah bin Abdul Rahman, Musnad Al-Darmi, Dar Al-Mughni for Publishing and Distribution, Kingdom of Saudi Arabia, p.

نبی ﷺ نے اپنے خاص ساتھیوں یعنی کے انصار کے بارے میں باخبر کیااور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے مقام و منصب کے بارے میں آگاہ فرمایا اور امت کو بتایا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو دنیااور آخرت میں سے کسی ایک کے انتخاب کا کہا تو میں نے اللہ کے پاس جانے کا انتخاب کر لیا۔اس خطبہ سے بھی باقی خطبات کی طرح بہت سارے فقہی مسائل اخذ ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

☆بے ہوشی کے بعد غسل کا شرعی حکم۔☆سات کنواؤں کے پانی کے استعمال کی وجہ۔

پہلے مسئلے کے اندر علماء کرام کی ایسے شخص کے بارے میں جس پر بے ہوشی طاری ہوئی ہو مختلف آراء ہیں کہ کیا اس شخص پر غسل فرض ہو گا یا صرف وضو فرض ہو گا یا کہ اس پر کچھ بھی نہیں ہو گا؟اس کے بارے میں علماء امت کی مندرجہ ذیل آراء ہیں۔

1۔حسن بصریؒ کی ایسے شخص کے متعلق رائے یہ ہے کہ بے ہوشی کے بعد انسان پر غسل کرنا واجب ہوتا ہے۔"عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ عَلَى الْمُغْمَى عَلَيْهِ الْغُسْلُ"[37] 2۔ابن الحبیبؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر انسان پر بے ہوشی لمبی مدت تک رہے تو اس پر غسل کرنا واجب ہو گا ورنہ اگر تھوڑی مدت کے بعد ہوش آنے پر کچھ نہیں ہو گا۔"وَقَالَ ابْنُ حَبِيبٍ عَلَيْهِ الْغُسْلُ إذَا طَالَ ذَلِكَ بِهِ "[38] 3۔امام مالکؒ کے ہاں بے ہوشی کے بعد ہوش آنے پر وضو کیا جائے گا۔"وَقَالَ مَالِكٌ مَنْ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَعَلَيْهِ الْوُضُوءُ"[39] 4۔جمہور فقہاء کرامؒ کے ہاں بھی بے ہوشی کے بعد وضو کرنا لازم تو نہیں مگر اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ ضرور جاتا ہے لہذا اس کو تمام ائمہ کرام نے نواقض وضو میں شمار کیا ہے۔فتح القدیر میں امام ابن الھمامؒ نے نواقض الوضو میں اس کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ "

(وَالْغَلَبَةُ عَلَى الْعَقْلِ بِالْإِغْمَاءِ وَالْجُنُونِ) لِأَنَّهُ فَوْقَ النَّوْمِ مُضْطَجِعًا فِي الِاسْتِرْخَاءِ، وَالْإِغْمَاءِ حَدَثٌ فِي الْأَحْوَالِ كُلِّهَا، وَهُوَ الْقِيَاسُ فِي النَّوْمِ إلَّا أَنَّا عَرَفْنَاهُ بِالْأَثَرِ، وَالْإِغْمَاءُ فَوْقَهُ فَلَا يُقَاسَ عَلَيْهِ"[40]

(بے ہوشی کی وجہ سے عقل پر غلبہ اور پاگل پن کی وجہ سے) کیونکہ یہ جوڑوں کو ڈھیلا کرنے میں چت لیٹ کر سونے سے زیادہ ہے۔اور بے ہوشی تمام حالات میں حدث ہے۔اور اس کے ناقص وضو ہونے کو ہم نے نیند پر قیاس کیا ہے اور نیند کا ناقص وضو ہونا ہم نے حدیث سے جانا ہے۔اگرچہ بے ہوشی کا درجہ نیند سے زیادہ ہے مگر اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔)

لہذا اس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ فی نفسہ بے ہوشی کی وجہ سے وضو اور غسل فرض اور واجب نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ سے انسان کے جسم میں استرخاء(ڈھیلا پن) پیدا ہوتا ہے اور ہوش باختہ ہونے کی وجہ سے بھی انسان کو وضو کے ٹوٹنے کا پتہ نہیں چلتا لہذا بے ہوشی کے بعد وضو کرنا لازم ہے۔سات کنوؤں کا پانی استعمال کرنے کے فرض اور وجوب کے بارے میں کوئی شرعی حکم تو نہیں ملتا ہاں البتہ اس عدد کی اپنی ایک فضیلت اور اہمیت قرآن وحدیث

[37] Al-Iraqi, Zayn al-Din, Abdul Rahim ibn al-Hussein, The Plan of Reconciliation in the Explanation of Reconciliation, Revival of Arab Heritage,.
[38] As same as above۔
[39] Malik, Malik Ibn Anas, Al-Maduna Al-Kubra, Dar Al-Kitab Al-Alamiya, p.121 / .1.
[40] Ibn al-Hammam, Muhammad ibn Abdul Wahid, Fateh al-Qadir, Dar al-Fikr, p. 36/1.

میں ضرور ملتی ہے۔ چند ایک فوائد درج ذیل ہو سکتے ہیں۔ 1۔ اللہ نے قرآن مجید میں سات کا لفظ بہت مرتبہ استعمال فرمایا ہے اور سات زمینیں اور سات آسمان بھی سات ایام میں بنائے ہیں۔ "اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ "[41] وہ اللہ جس نے سات آسمان اور ان کی مثل زمینیں بنائی۔ اس کے علاوہ اللہ نے قرآن مجید میں سات گائیں، سات سال اور سات راتوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور اللہ کے نبی ﷺ نے بھی حدیث میں سات کا لفظ برکت کے لئے صحیح مسلم میں یوں ارشاد فرمایا۔

"مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ، وَلَا سِحْرٌ "[42]

"جس نے صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائی اس دن اسے نہ تو کوئی زہر نقصان پہنچائے گا اور نہ ہی جادو۔"

ممکن ہے کہ اس خاص عدد کی خصوصیات کی وجہ سے آپ ﷺ نے سات کنوؤں کے پانی کا حکم دیا ہو۔ (اللہ اعلم) اس بات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ آدمی عورت کی اشیاء اس کی اجازت کے ساتھ استعمال کر سکتا ہے جیسے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت حفصہ کا کپڑے دھونے والے برتن کو استعمال فرمایا۔ آخر میں اللہ کے نبی ﷺ نے انصار کے بارے میں وصیت فرمائی اور اس کے مسائل واحکامات پہلے گزر چکے ہیں۔

خلاصہ

اگرچہ اس باب میں رسول اللہ ﷺ سے بہت سارے صحابہ کرام کے مناقب کے بارے میں احادیث بالعموم اور خطبات بالخصوص مذکور ہیں ان میں سے چند ایک یہاں ان میں سے ماخوذ فقہی مسائل کے ساتھ قدرے تفصیل سے ذکر کئے گے ہیں۔ جن میں پہلے خطبہ میں وحدت امت، تمسک بالقرآن اور تمسک باہل بیت کرام سے متعلق مسائل واحکامات ذکر کئے گئے ہیں۔ دوسرے خطبہ میں اہل بیت کرام کا تعین کیا گیا ہے اور ان پر حرمت صدقہ کی وجوہات سے متعلق مسائل واحکامات ذکر کئے گئے ہیں۔ تیسرے خطبہ میں صحابہ کرام کا مقام و منصب بیان کیا گیا ہے اور ان کی شام میں کمی اور گستاخی کرنے والے کے متعلق مسائل واحکامات ذکر کئے گئے ہیں۔ چوتھے خطبہ میں صحابہ کرام اور تابعین کا مقام بیان کرنے کے ساتھ ساتھ خوامخواہ گواہی دینے والے کا حکم، جماعت کو لازم پکڑنے، اہل حق جماعت سے کون مراد اور ایمان والوں کی نشانیوں سے متعلق مسائل واحکام ذکر کئے گئے ہیں۔ پانچویں خطبہ میں حضرت ابو بکر کا مقام اور ان کی خلافت کی بشارت سے متعلق گفتگو کی گی ہے۔ آخری خطبہ میں بے ہوشی کے بعد غسل، سات کنواؤں کے پانی کے استعمال کا شرعی حکم اور سات کے عدد کے فوائد بیان کئے گے ہیں۔

---

[41] Al-Qltalaqu:12.
[42] Muslim, Muslim Bin Al-Hajjaj, Al-Sahih Al-Muslim, House of Revival of Arab Heritage, Beirut, p. 1618/3.